

اذان اور اقامت

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان (میں کلمات) دہرائیں اور اقامت میں اکہرے رکھیں۔

زَادَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ عَنْ ابْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ.

(امام مسلم کے شیخ) یحییٰ بن یحییٰ ابن علیہ سے اپنی روایت میں ابن علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے جب یہ روایت اپنے شیخ ایوب کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا: سوائے اقامت کے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ذَكَّرُوا أَنْ يُعْلِمُوا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ. فَذَكَّرُوا أَنْ يُنَوِّرُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا. فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ

۱۔ ہمارے نزدیک یہ جملہ روایت کا حصہ نہیں ہے۔ یہ اصلاً ایوب رحمہ اللہ کی وضاحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ”اقامت اکہری کہو“ سے مراد یہ نہیں ہے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا جملہ بھی اکہرا ہوگا۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ (لوگوں) نے بات کی کہ وہ کسی ایسی چیز کو نماز کے وقت سے آگاہ کرنے کے لیے اختیار کریں جسے سب پہچانتے ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں۔ چنانچہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان دہری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ. حَدَّثَنَا بِهِ. حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ. حَدَّثَنَا خَالِدٌ
الْحَدَّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ ذِكْرُوا أَنْ يُعْلَمُوا بِمِثْلِ حَدِيثِ
الثَّقَفِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَنْ يُورُوا نَارًا.

مجھے بتایا محمد بن حاتم نے۔ ہمیں بتایا ہم نے۔ ہمیں بتایا اسی سند سے خالد الحذاء نے کہ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ وہ آگاہ کریں، (آگے) متن ثقفی کی حدیث کے مانند ہے۔ سوائے اس کے کہ اس نے (”يُورُوا نَارًا“ کے بجائے) ”يُورُوا نَارًا“ کہا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ بلال سے کہا گیا کہ وہ اذان دہری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔

۲ ”آگ روشن کرو“، یہاں ”نور“ کے بجائے ”أورى“ کا فعل استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب صاحب ”مصابح اللغات“ نے چقماق سے آگ نکالنا لکھا ہے۔

لغوی مباحث

‘يُشْفَعُ الْأَذَانَ وَيُوتِرُ الْإِقَامَةَ’؛ ‘شَفَعَ’ کا فعل تائید کرنے، دہرا کرنے اور جفت بنانے کے معنی میں آتا ہے۔ سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہ یہاں تیسرے معنی میں آیا ہے۔ اسی طرح ‘وتر’ کا لفظ طاق کرنے کے معنی میں بھی معروف ہے، لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اذان کے سارے کلمے دو دو بار کہے جاتے ہیں، لیکن ‘اللَّهُ أَكْبَرُ’ کا کلمہ چار بار کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اقامت میں بھی ‘قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ’ کا جملہ دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں ‘شفع’ اور ‘وتر’ کے الفاظ علی السبیل التغلیب استعمال ہوئے ہیں۔ ان کا منطقی اطلاق درست نہیں ہے۔ بعض فقہی اختلافات ان الفاظ کے منطقی اطلاق سے پیدا ہوئے ہیں۔

معنی

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت میں فرق ہے۔ اس حوالے سے اختلافات کا خلاصہ ابن رشد نے ”بدایۃ المجتہد“ میں ان الفاظ میں کیا ہے:

”علمائے اذان کے طریقے میں اختلاف کیا ہے اور اس کی چار مشہور صورتیں بیان کی ہیں: ایک اذان میں تکبیر کا دو بار، شہادتین کا چار بار اور باقی کلمات کا دو بار ہونا۔ یہ اہل مدینہ، یعنی مالک وغیرہ کا مذہب ہے۔ متاخرین اصحاب مالک نے ترجیع کا طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ ترجیع سے مراد شہادتین کو پہلے ہلکی آواز سے دو مرتبہ کہنا اور پھر بلند آواز سے دو مرتبہ کہنا ہے۔

دوسری اہل مکہ کی اذان ہے۔ امام شافعی کی رائے یہی ہے، اس میں پہلے تکبیر چار بار، پھر شہادتین اور باقی اذان کا دو بار ہونا۔

تیسری کوفیوں کی اذان ہے، اس میں پہلی تکبیر کا چار بار ہونا اور باقی اذان کا دو بار ہونا ہے۔ ابوحنیفہ کی یہی رائے ہے۔

چوتھی اذان بصریوں کی ہے۔ اس میں پہلی تکبیر چار بار ہے، شہادتین تین بار ہیں اور ‘حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ’ اور ‘حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ’ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ‘أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ’ سے لے کر ‘حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ’ تک ہر جملہ ایک ایک مرتبہ پڑھا جاتا ہے، پھر اسی طرح دوبارہ پڑھا جاتا ہے اور پھر اسی طرح تیسری بار پڑھا جاتا ہے۔ یہ حسن بصری اور ابن سیرین کی رائے ہے۔

ان چاروں کے اختلاف کی وجہ روایات اور جاری عمل میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ اپنے ہاں جاری عمل سے استشہاد کرتے ہیں۔ اہل مکہ اپنے ہاں جاری عمل سے اور اہل کوفہ اور اہل بصرہ اپنے علاقے کے عمل سے استشہاد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس کچھ آثار بھی ہیں جن کو یہ اپنی رائے کے حق میں پیش کرتے ہیں۔“
(۷۷-۷۶)

اسی طرح اقامت کے حوالے سے ابن رشد نے لکھا ہے:

”اقامت کا طریقہ مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی تکبیر دو بار ہے۔ باقی سارے کلمات ایک ایک بار ہیں۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے بارے میں امام مالک ایک بار اور امام شافعی دو بار کہنے کے قائل ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اقامت دو دو ہے۔ احمد بن حنبل نے ایک ایک یا دو دو بار کہنے میں تخییر کی رائے دی ہے۔ ان کے نزدیک اس معاملے میں تخییر ہی رکھی گئی ہے۔

اس اختلاف کی وجہ حدیث انس اور حدیث ابویعلیٰ کا تعارض ہے۔ حدیث انس میں بلال کو اذان کے دہرا ہونے اور اقامت کے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے استثنا کے ساتھ اکہرا ہونے کا بیان ہے، جبکہ حدیث ابی یعلیٰ میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے اذان بھی دہری دی اور اقامت بھی دہری کہی۔“
(بدایۃ المجتہد ۸۰)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ روایات بھی مختلف ہیں اور مختلف علاقوں میں تدوین فقہ کے زمانے میں جو عمل جاری تھا، وہ بھی مختلف تھا۔ حنفی شارحین میں سے بعض نے اقامت کے اکہرے کہنے کے حکم کو اذان کے مقابلے میں اقامت کے پڑھنے میں کم لمبا کرنے کے معنی میں لیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اذان کی طرح اقامت میں بھی کلمات کا دو دو بار پڑھا جانا ہی اصل صورت ہے اور جاری کردہ طریقہ ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ اختلاف محض روایت کی وجہ سے ہے؟ ہمیں معلوم ہے کہ اذان اور اقامت روز پانچ مرتبہ کہی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے طریقے کے معلوم و مشہود ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کئی سال اذان و اقامت کا جاری رہنا اور بعد میں خلافت راشدہ کا مدینہ میں ربع صدی کا عرصہ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ عمل اور طریقے کے مطابق ان امور کا جاری رہنا کم از کم ان علاقوں میں اذان و اقامت کی ہیئت کو گم نہیں ہونے دے سکتا جو خلافت راشدہ اور صحابہ کے براہ راست زیر نگیں رہے، لیکن دل چسپ بات یہ ہے کہ ابتدائی فقہاء ہی مختلف علاقوں میں مختلف طریقوں کے موجود ہونے کو بیان کر رہے ہیں۔ روایات کا اختلاف عمل کے مختلف ہونے کا باعث بھی ہو سکتا ہے اور عمل کے مختلف ہونے کا نتیجہ بھی۔ چنانچہ روایات

اختلاف کے پیدا ہونے کے سبب کے تعین میں زیادہ مدد نہیں دے سکتیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں اس معاملے میں وسعت رکھی گئی تھی۔ اگر مسلم کی زیر بحث روایت کو اس معاملے میں اصل مان لیا جائے تو اقامت میں کلمات دہرانا یا ترجیع کا طریقہ تطوع کے حکم میں ہوگا۔ استاد محترم نے اپنی کتاب ”میزان“ کے باب ”قانون عبادات“ میں اذان اور اقامت کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”قیام جماعت کے لیے شریعت کا متعین کردہ طریقہ درج ذیل ہے:

۱۔ نماز سے پہلے اذان دی جائے گی تاکہ لوگ اسے سن کر جماعت میں شامل ہو سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جو کلمات مقرر فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ؛ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ؛ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ؛ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ؛ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؛ اَللّٰهُ اَكْبَرُ؛ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ....

۲۔ ایک ہی مقتدی ہو تو وہ امام کے دائیں جانب اُس کے ساتھ کھڑا ہوگا اور زیادہ ہوں تو امام درمیان میں ہوگا اور وہ اُس کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوں گے۔

۳۔ نماز کھڑی کرنے کے لیے اقامت کہی جائے گی۔ اُس میں اذان ہی کے الفاظ دہرائے جائیں گے۔ اتنا فرق، البتہ ہوگا کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اقامت کہنے والا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (نماز کھڑی ہوگئی ہے) بھی کہے گا۔

۴۔ اذان کے کلمات پیش نظر مقصد کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ دہرائے جائیں گے۔“ (۳۱۷)

اسی سلسلے میں آگے اذان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ رسالت میں اذان کے کلمات بالعموم دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔“ (۳۱۷)

اقامت کے حوالے سے لکھا ہے:

”اقامت بالعموم اکہری کہی جاتی تھی۔“ (۳۱۹)

زیادہ قرائن اسی کے حق میں ہیں کہ اذان میں پہلی بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ چار بار اور باقی کلمات دو دو بار کہے جائیں۔

اسی طرح اقامت میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ دو دو بار اور باقی کلمات ایک ایک بار کہے جائیں۔

متون

امام مسلم کا منتخب کردہ یہ متن اذان و اقامت کے حوالے سے مروی بیانات میں سے مختصر ترین ہے۔ امام مسلم نے وہ متن بھی دے دیے ہیں جن سے انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ یہ جملہ کس سیاق و سباق میں کہا گیا تھا۔ ہم پچھلی روایت کے تحت متون کی وضاحت میں متعلقہ اہم متون درج کر چکے ہیں اور اس صورت حال کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بھی بیان کر دیا ہے۔ لہذا اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

کتابیات

موطا، رقم ۱۴۷؛ بخاری، رقم ۵۷۸-۵۷۹، ۵۸۱، ۳۲۷۰؛ مسلم، رقم ۳۷۷-۳۷۸؛ ابوداؤد، رقم ۴۹۸-۵۱۲؛ نسائی، رقم ۶۲۶؛ ترمذی، رقم ۱۹۰؛ ابن ماجہ، رقم ۷۰۶-۷۰۷، ۷۰۹، ۷۲۹؛ احمد، رقم ۶۳۵، ۱۶۵۲۴-۱۶۵۲۵، ۲۲۱۷۷؛ ابن حبان، رقم ۱۶۷۸؛ ابن خزیمہ، رقم ۳۶۱، ۳۶۷-۳۶۸؛ حاکم، رقم ۴۷۹-۴۷۸؛ دارمی، رقم ۱۱۸؛ بیہقی، رقم ۱۷۰۱-۱۷۰۲، ۱۷۸۳، ۱۸۰۴؛ عبدالرزاق، رقم ۱۷۷۱۔